قرآن اور سماجی اصلاحات

سیدہ ارم زہراء رضوی*

Abstract

Where Islam has given importance to the individual life of a human being by granting him favours like freedom, equity and justice, it has, at the same time, also determined his personal social position. Apart from taking care of his interests and rights at the individual level, the religion of Islam has also fixed his duties and obligations as a responsible citizen of a wider society. Islam has presented such a model of a virtuous society and practically implemented it too, where virtue and goodness is provided every opportunity to thrive and evil and mischief is not given a chance to raise its head. Every religion and faith in the world today is busy to form its own society and promote its own teachings according to its robustness and capacity. In order to form, under these circumstances, an organized Islamic society, it is imperative to present the Islamic beliefs and thoughts before people in such a way that the people themselves get drawn towards it and through mutual brotherhood and unity establish a Quranic society. Keeping this in mind, the author, in this research paper, has endeavoured to describe in the light of Quran those reformative ways and strategies by virtue of which an ideal Quranic society can be formed.

Key words: Quran, Islam, Reform, Society, Life, Way

قرآن مجید ہی وہ واحد کتاب ربانی ہے، جو کسی خاص طبقہ اور گوشہ یا کسی خاص قوم و نسل کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ تمام بنی نوع انسان کے رشد و ہدایت کی ضامن ہے۔(هُدًى لِّلنَّاسِ[1]) یہی وہ دستور حیات ہے، جس کی ابدیت و آفاقیت کو کبھی زوال نہیں، انسانی کارواں اس راہ کے علاوہ اگر دوسری راہ پر رواں دواں ہوتا ہے، تو اس کا صراط مستقیم سے بھٹک جانا اور اس کی ہلاکت و بربادی پر الٰہی مہر کا ثابت ہونا یقینی ہے۔ قرآن کریم ایسی بے نظیر کتاب ہے اس نے امن و امان سے لے کر اخلاقیات تک سب کچھ بیان کیا ہے، اس کی وجہ سے قوموں کے مزاج بدل گئے، انسانی اخلاق کی کایا پلٹ گئی، اس کی وجہ سے عرب کے تندخو بردبار اور علم

* بی۔ایس سٹوڈنٹ شعبہ معارف وعلوم قرآن جامعۃ المصطفی العالمیہ، اسلام آباد

وحکمت کے استاد بن گئے اس کی عظمت کا اندازہ لگانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے اس لیے اس کی عظمت کو خود قرآن کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم کا تعارف جتنا عمدہ خود قرآن سے ہو سکتا ہے اور اس کی عظمت شناسی خود اس کے ذریعے جتنے بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے کسی اور ذریعہ سے نہیں ہو سکتی کیوں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ چنانچہ سورۂ یوسف میں قرآن اپنا تعارف یوں پیش کرتا ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَـكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ [۲]

اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل وہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔

فصل اول: معاشرہ

معاشرہ کو عربی زبان میں جامعہ کہتے ہیں۔

معاشرے کا لغوی معنی

باہم مل جل کر رہنا، انسانی ماحول، جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اور اپنی فلاح و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے، سماج اور معاشرہ کہلاتا ہے۔[۳]

معاشرے کا اصطلاحی معنی

انسانوں پر مشتمل وہ جماعت جو خاص قوانین، خاص آداب و رسوم اور خاص نظام کی حامل ہو اور انہی خصوصیات کے باعث ایک دوسرے سے منسلک اور ایک ساتھ زندگی گزارتی ہو معاشرہ کہلاتا ہے دوسرے لفظوں میں معاشرہ انسانوں کے اس مجموعے کا نام ہے جو ضرورتوں کے جبری سلسلے میں اور عقائد و نظریات اور خواہشات کے زیر اثر ایک دوسرے میں مدغم ہیں اور مشترکہ زندگی گزارتے ہیں۔[۴]

اصلاح کا مفہوم

اصلاح کا مطلب کسی چیز میں نظم و ضبط پیدا کرنا ہے اور اس کی ضد فساد ہے[۵]۔ اصلاح اور فساد کا ایک متضاد مفہوم ہے جن کا ذکر قرآن اور دیگر الہامی کتابوں میں کثرت سے آیا ہے۔ متضاد زوج جو کہ اعتقادی اور

اجتماعی اصطلاحوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں ان کو اگر آمنے سامنے رکھا جائے تو مطالب کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، مثلاً توحید و شرک، ایمان و کفر، ہدایت و ضلالت، عدل و ظلم، خیر و شر، اطاعت و معصیت، شکر و کفران، اتحاد و اختلاف، علمیت و بے علمی، تقویٰ و فسق، تکبر و انکسار وغیرہ۔

کچھ متضاد اصطلاحیں ایک دوسرے کے معنی کی وضاحت کر کے مثبت اور منفی پہلو کا اظہار کرتی ہیں، اصلاح اور فساد اسی نوعیت کی اصطلاحات ہیں قرآن میں اصلاح کا بعض دفعہ دو افراد کے رابطہ میں (اصلاح ذات، البین) استعمال ہوا ہے بعض دفعہ خاندانی ماحول کے متعلق اور بعض دفعہ وسیع تر معاشرتی ماحول کے متعلق جو کہ میرا موضوعِ بحث بھی ہے اور اس کا قرآن کی کئی سورتوں میں ذکر ہے۔[6]

قرآن نے پیغمبروں کو مصلح قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت شعیب (ع) نے فرمایا:

إِنْ أُرِيدُ إِلاَّ الإِصْلاَحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلاَّ بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ [7]

میں اپنی استطاعت کے آخری امکان تک صرف اصلاح کرنا چاہتا ہوں میری کامیابی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے میں صرف اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اس کے برعکس قرآن منافق مصلحتوں کی سختی سے سرزنش کرتا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ قَالُواْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ [8]

جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین پر فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ''ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں''۔

أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَـكِن لاَّ يَشْعُرُونَ [9]

خبردار! حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر وہ شعور رکھتے نہیں ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ [10]

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایمان دار بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔

طریقے کا مفہوم

(طریقہ ـ طریق ـ طرق) طریقہ عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم 'طریق' کے ساتھ 'ہ' بطور لاحقہ نسبت لگانے سے 'طریقہ' بنا۔ اردو میں بطور اسم مستعمل ہے۔ ۱۷۰۷ء کو ''کلیات ولی'' میں مستعمل ملتا ہے۔

طریقہ اردو زبان میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ طریق، روش، طرز، ڈھنگ، قاعدہ، اصول، راستہ، ترکیب، طرح، طور، صورتِ حال، وضع، قاعدہ، نوع، انداز۔ ان میں سے کچھ مثالیں ذکر کرتے ہیں تاکہ طریقہ کا معنی سمجھا جاسکے۔

اصلاح کی ضرورت

انسانی معاشرے میں اصلاح معاشرہ کی ضرورت اس وجہ سے پیش آتی ہے کیونکہ انسانی معاشرہ میں ابتدا ہی سے دو کرداروں کی جنگ جاری ہے۔ ایک الٰہی کردار اور دوسرا شیطانی کردار۔ ہر دور اور ہر معاشرہ میں بعض افراد الٰہی کردار کے مالک رہے ہیں انہوں نے الٰہی کردار وانسانی اقدار کی ترویج کی۔ اور دوسرا کردار شیطانی کردار ہے جس نے نہ صرف انسانی اقدار کو اور الٰہی کردار کو پامال کیا بلکہ غیر انسانی اقدار کو رائج کرنے کا ہر ممکن حربہ بھی استعمال کیا۔ مثلاً حضرت ابراہیم و نمرود کی جنگ، موسیٰ اور فرعون کی جنگ، حضرت محمد اور کفار مکہ، حضرت علی اور معاویہ، حضرت امام حسین اور یزید، شاعر مشرق علامہ اقبال ان دو کرداروں کی جنگ کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اگر کوئی اصلاح کرنے والا اصلاح کا بیڑا نہ اٹھائے تو ذکر خدا مٹ جائے گا اور معاشرہ میں بہت بڑا فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔ إِلاَّ تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ"
کہ اگر تم (پیروان حق کی) مدد نہ کرتے تو زمین پر فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو جاتا۔

قرآنی طرز زندگی

اسلام انسان کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اس سرچشمہ حیات تک لے کر جاتا ہے جہاں انسانیت دوام و بقا سے ہمکنار ہوتی ہے جہاں انسانی قدروں کو جلا ملتی ہے۔

بقول چانڈل: اسلام ایک ایسا عقیدہ ہے جس نے مذہب کو آخرت کے ہاتھوں سے چھین کر دنیا کو اسی طرح لوٹایا ہے جیسے سقراط نے فلسفہ کو آسمانوں سے زمین پر اتارا تھا، مسلمان نہ صرف سماجی ذمہ داری کا تصور رکھتے ہیں بلکہ شر کے خلاف نبرد آزما ہونے اور انسانیت، آزادی، انصاف اور خیر کی فتح کی کوشش کے آفاقی مقصد کا بوجھ اٹھاتے ہیں مزید برآں مسلم معاشرے تمدن، قوت، دانشورانہ سائنسی اور فنی تخلیقیت، احترام،

فتح اور آزادی سے مالا مال ہیں ، انکی تہذیب روحانی ، تصوراتی ، زندگی بخش ، حرکت خیز مثبت اور منور کرنے والے وسائل سے بھی معمور ہے اور خود مختار جیتے جاگتے وسائل سے بھی ، یہ ایک ایسا سمندر ہے جو جذباتی ذہانت کی طوفان لہروں سے بھرا ہوا ہے کہ جو روح کی پاکیزگی اخلاق اور انسانی طرز ہائے احساس میں اضافہ کرتا ہے۔

کاش ! کوئی مسلمانوں کو سمجھاتے کہ آج انکی پسماندگی کا علاج نہ مغرب کے پاس ہے نہ مشرق کے ، بلکہ خود ان کے اپنے پاس ہے اس لئے کہ مغرب ظاہری لذتوں سے انسان کو آشنا کرا کے اسے عیاشی اور مادہ پرستی کی اس منزل تک لے جاتا ہے جہاں آزادی کو غلامی کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے جبکہ اس کے مقابل میں قرآن نہ صرف یہ کہ انسان کو مشرب حریت سے آشنا کر دیتا ہے بلکہ ایسا ذوق سلیم عطا کرتا ہے جس کے سبب انسان اپنے ضمیر کی آوازوں کو کبھی درھم و دینار کی جھنکار میں دبنے نہیں دیتا۔

وہ سرمایہ دار طبقہ ہے جو اسی خواجگی کی آڑ میں مختلف حیلوں بہانوں اور اپنی مکاریوں سے مزدوروں کے لہو کا قطرہ قطرہ اپنے کاسہ اقتدار کی ملکیت سمجھتا ہے جبکہ قرآنی تعلیمات ان بتوں کو توڑتی نظر آتی ہیں جنہیں خواجگی نے اسی لئے بنایا کہ انسانیت کو مختلف طبقوں میں بانٹ کر ان پر اپنا تسلط قائم کیا جائے

نسل ، قومیت ، کلیسا ، سلطنت ، تہذیب ، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

مسلمانوں کی قرآن کی طرف بازگشت ہی انہیں انکے درخشان دور کو واپس لوٹا سکتی ہے اس لئے کہ قرآن کو چھوڑ کر مسلمان کی شناخت باقی نہیں رہتی بلکہ رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایسے بہروپیے ہیں جو خود کو مسلمان کہہ کر اسلام و مسلمانوں کا استحصال کرتے ہیں وہ زندگی ہی کیا ہے جو قرآن کے بغیر ہو وہ مسلمان کیا مسلمان کہے جانے کے لائق ہے جس کی زندگی میں سب کچھ ہو لیکن قرآن نہ ہو ، کیا قرآن کے بغیر جینے کو بھی جینا کہا جا سکتا ہے بقول علامہ اقبال :

گر تو می خواهی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز به قرآن زیستن

انسان کا ضمیر آزاد ہو تو وہ خود سمجھ سکتا ہے کہ قرآن انسانیت کو کہاں لے کر جانا چاہتا ہے اور مغربی تہذیب انسانی قدروں کو کہاں پہونچانا چاہتی ہے۔ اب مسلمان خود فیصلہ کرے کہ کیا اس کی تقدیر اس

مغرب کی مٹھی میں بند ہے جو انسان کو خود سے بیگانہ کرنے کے درپے ہے یا اس قرآن میں جو انسان کو خود اسکے وجود سے آشنا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ خود محوری سے نکل کر اس منزل پر پہونچے کے اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو مقدم رکھے تاکہ انسانیت کے بہتر مستقبل اور بہترین انسانی معاشرے کی تعمیر ہو سکے اب یہ تو مسلمانوں کی کم آئیگی ہے کہ قرآن جیسی کتاب انکے پاس ہے لیکن وہ دوسروں کا دست نگر بنے ہوئے ہیں! جبکہ انہیں یہ نہیں معلوم جن چوکھٹوں پر یہ جبین نیاز جھکائے کھڑے ہیں خود انہوں نے جو کچھ حاصل کیا ہے قرآن سے حاصل کیا ہے ایک معروف اسکالر کے بقول: "بحر اطلس سے دریائے گنگا تک قرآن صرف فقہی قوانین تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ایسا قانون اساسی اور آئین زندگی ہے۔"

جس میں قضاوت، شہر داری، تجارت، مالی اور رفاہی امور سبھی شامل ہیں—زندگی سے متعلقہ ہر شعبہ کا تذکرہ قرآن میں ہے۔....یہ ایک ایسا عمومی دستور ہے۔

جس میں تمام دینی، اجتماعی، بلدیاتی، تجارتی، عدالتی، دستورات شامل ہیں۔"[12]

نہ صرف یہ کہ قرآن کے اندر زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ایک خاطر خواہ حل موجود ہے بلکہ بقول اڈوار مونٹ Edvarmontet "سیکڑوں اور ہزاروں لوگوں کی زندگی قرآن سے وابستہ ہے"[13] شاید اس قول کو بعض لوگ قرآن کے بارے میں ایک مغربی دانشور اور مستشرق کی جذباتی مدح سرائی سے تعبیر کریں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر زندگی کو حقیقت کے پیرایہ میں دیکھا جائے تو وہ قرآن سے وابستہ ہی نظر آئے گی اسلئے کہ ظلمتوں کے اس دور میں قرآن ہی وہ چراغ ہدایت ہے جسکی روشنی میں زندگی کے حقیقی مقصد تک پہونچا جا سکتا ہے اور اسکے دستورات پر عمل کر کے اپنی زندگی کو شیریں بنایا جا سکتا ہے اسلئے کہ اس تاریک دور میں اگر کوئی چیز خوب وبد کو واضح کر رہی ہے تو وہ قرآن ہے-امام علي عليہ السلام فرماتے ہیں!

و ان القرآن ظاہره انيق وباطنه عميق لاتفنى عجائبه ولاتنقضى غرائبه ولا تكشف الظلمات الا به"[14] "یعنی قرآن کا ظاہر خوبصورت و حسین اور باطن عمیق ہے اسکے عجائب فنا پذیر اور غرائب (ہمیشہ نکھرتا ہوا نئے پن کے ساتھ) اختتام ناپذیر ہیں ظلمتوں میں اجالا ہو ہی نہیں سکتا سوائے قرآن کے۔"اسلام بین الاقوامی مذہب ہے اور اس کی تعلیمات بھی اس امر کا مظہر ہیں کہ ان کا تعلق صرف اہل اسلام سے نہیں بلکہ غیر مسلم حضرات کے لیے بھی اس میں باقاعدہ رہنمائی موجود ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ غیر مسلم حضرات نے جب بھی اسلام قبول کیا اس میں سب سے بڑی وجہ قرآن مجید کا مطالعہ اور دوسری اہم وجہ اہل اسلام کا مثالی کردار رہا ہے چنانچہ انسانیت نے ان کے عمل اور کردار سے متاثر ہو کر اسلام کو گلے لگایا۔

فصل دوم: قرآن کی نظر میں معاشرے کی اصلاح کے طور طریقے:

یہ بات پہلے بیان ہو چکی تھی کہ اصلاح نام ہے دوستی یا ازالہ فساد کا لہٰذا معاشرے میں جہاں جہاں بھی فساد ہو گا اس کو درست کرنے کا نام اصلاح ہو گا۔ اسلامی معاشرہ ایک ایسی متوازن اور معتدل زندگی کا نام ہے جس میں انسانی عقل، رسوم و رواج اور معاشرتی آداب وحی الٰہی کی روشنی میں طے پاتے ہیں۔ یہ نظام ایسا جامع اور ہمہ گیر ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر اور حیات کی جملہ سرگرمیاں اس کے دائرہ میں آجاتی ہیں۔ الہام ربانی کے اصولوں کے مطابق معاشرے کی صحیح زندگی اس کا توازن ہے جہاں کہیں پر توازن بگڑا وہیں فساد رونما ہو گیا۔ انسانوں کی معاشرتی تاریخ اصلاح و فساد، توازن و عدم توازن کی تصویر پیش کرتی ہے۔ ہر زمانے میں فساد کو مٹانے اصلاح پر گامزن کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

تاریخ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ انسانی اصلاح کے تھوڑے بہت نتائج بھی مرتب ہوئے لیکن بحیثیت مجموعی انسان کی معاشرتی زندگی میں بگاڑ غالب رہا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُور[۱۵]

اے آلِ داؤدؑ، عمل کرو شکر کے طریقے پر، میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک نے مختلف اقوام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ

اور میخوں والے فرعون کے ساتھ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی اور بہت زیادہ فساد برپا کر رکھا تھا۔[۱۶]

چنانچہ اسی فساد کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام و مصلحین کرام کو بھیجا، جو وقتاً فوقتاً اس فساد کو دور کرنے کے لئے اصلاحی کوشش کرتے رہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ ہم قرآنی نقطہ نظر سے اصلاح معاشرہ کا تصور پیش کریں اور یہ جائزہ لیں کہ: قرآنی کی نظر میں معاشرے کی اصلاح کے طور طریقے کیا ہیں؟ پس اس ضرورت کے پیش نظر اختصار کے باعث ہم یہاں قرآن کی رو سے معاشرے کی اصلاح کے چند اہم اصلاحی نکات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ا۔ توحید و شرک و معاد کا صحیح تصور اجاگر کرنا:

سب سے پہلے افراد کے ذہنوں میں خدا کا صحیح تصور اور عقیدۂ آخرت کی اہمیت پر زور دیا جائے۔ نیز شرک سے اجتناب کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ تاکہ لوگ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے افعال میں خداوند کریم کے سامنے جواب دہی کے تصور کو مردہ نہ ہونے دیں اور صحیح نصب العین اور اعلیٰ و ارفع اقدارِ حیات کے حصول کی خاطر کوشاں رہیں۔ تمام پیغمبروں کی پہلی بات یہی تھی کہ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا:

أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ [۱۷] یعنی اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے دوری اختیار کرو۔ سب سے بڑا گناہ جس سے کوئی انسان یا معاشرہ دوچار ہوتا ہے، شرک ہے۔ خداوند عالم ہر گناہ معاف کر دیتا ہے سوائے شرک کے۔ قرآن اپنی زبان میں غیر خدا کا تصور یوں پیش کرتا ہے!

إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاء وَمَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اِس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اُس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔ [۱۸]

شرک اتنا مہیب گناہ ہونے کے باوجود دنیا کے لوگوں میں اس کے مرتکب افراد بہت زیادہ ہیں۔ شرک جاہلیت کے معاشرے میں بھی ہوتا تھا۔ اور اسلامی معاشرے میں بھی ہوتا ہے۔ مگر اسلامی معاشرہ میں پایا جانے والا شرک خدا کے صحیح تصور سے منحرف کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ توحید اور شرک عقائد سے اعمال تک نیتوں سے اخلاق تک اور فرد سے معاشرے تک ہر ایک کو اپنے زیر اثر رکھتا ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں!

ان بنی امیه اطلقواللناس تعلیم الایمان و لم یطلقوا تعلیم الشرک لکی اذا حملوهم علینه لم یعرفوه [۱۹]

یعنی بنی امیہ نے عوام کے لیے ایمان سیکھنے کا راستہ کھلا رکھا لیکن شرک جاننے کے راستے کو بند کر دیا تاکہ اگر لوگوں کو شرک کی طرف لے جائیں تو لوگ اس کو نہ پہچان پائیں۔

اس حدیث سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ شرک دشمنان دین (طاغوت) کے ہاتھ میں ایک سیاسی و اجتماعی تخریبی ہتھیار تھا جس سے وہ کام لیا کرتے تھے اور آج کے دور میں بھی انہی مقاصد کے تحت طاغوتی طاقتیں اسی

کام کو انجام دے کر قرآنی معاشرے میں بگاڑ بن رہی ہے تا کہ اپنے ڈھنگ سے معاشرہ قائم کرے اور اپنے مفاد حاصل کریں۔

شرک کے تصور کے زیرِ اثر انسان جو طرزِ عمل اختیار کرتا ہے۔ اس سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ انسان کی پوری زندگی اوہام کی آماجگاہ بن جاتی ہے وہ اچھے اثرات کی موہوم امیدوار برے اثرات کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی بہت سی قوتیں لاحاصل طریقے سے ضائع کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ چالاک لوگ مشرکانہ توہم پرستی کے جال میں لوگوں کو پھنسا کر لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں، مشرکانہ عقیدے کی بدولت عام انسانوں کی گردنوں پر شاہی خاندانوں، روحانی پیشواؤں اور مذہبی عہدہ داروں کی خدائی کا جو خوف مسلط ہو جاتا ہے۔ اس سے نہ تو علوم وفنون ترقی پاتے ہیں اور نہ ہی درست فلسفہ، صالح ادب اور تمدن وسیاست کے لئے فضا ہموار ہوتی ہے۔ انسانیت گمراہی اور دھوکے کا شکار ہو کر خود اپنے ہی خلاف جنگ کرنا شروع کر دیتی ہے، اور بالآخر انہی راہوں پر گامزن ہو جاتی ہے جن کا ذکر انکارِ خدا کے ضمن میں کیا گیا ہے

معاد کا عقیدہ بھی ایک امید اور اطمینان کا سہارا ہے۔ قرآن مجید نے اس کو "دار القرار" کے نام سے یاد کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے

يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ [۲۰]

اے قوم، یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے، ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے۔

آخرت اصل میں نام ہے اعمال وافعال کے اس نتیجے کا جو اس دنیا میں ہم کر رہے ہیں اور اگر جزا و سزا کا تصور سرے سے ذہن میں موجود ہی نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نیکی صرف دنیاوی فوائد اور برائی صرف دنیاوی نقصانات تک محدود ہو کر رہ جائے گی۔ ان حالات میں انسان کی حالت دو حال سے خالی نہ ہو گی۔ حالات ناموافق ہوں گے۔ تو نیکوکاری کے نتائج ظاہر نہ ہونے پر اس کی قوتِ عمل سرد پڑ جائے گی اور وہ برائی کی طرف مائل ہو جائے گا اور سازگار حالات کی صورت میں انسان نفس پرست بن جائے گا۔ اور دنیاوی خواہشات ولذات حاصل کرنے کے لئے جائز وناجائز ذرائع کا استعمال شروع کر دے گا۔ خود قرآن حکیم اور سنت نبویؐ اس بات کا اثبات پیش کرتی ہے۔ ارشاد ہوا:

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى

اور اُس کا مال آخر اُس کے کس کام آئے گا جبکہ وہ ہلاک ہو جائے؟[۲۱]

حضرت رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ان اللہ لا ینظر الی صورکم ،ولا الی اموالکم، ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم[۲۲]

یعنی خداوند عالم تمہاری شکل و صورت اور تمہارے مال و اولاد کو نہیں دیکھے گا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کے (لحاظ سے حساب و کتاب کرے گا)۔

اور یہ دونوں صورتیں انسانیت کی تباہی کا سبب بن سکتی ہیں۔ یہ تو رہا انفرادی زندگی کا معاملہ اور اگر کہیں پوری سوسائٹی کے افعال و اعمال کا دار و مدار اسی اعتقاد پر ہو تو پورا معاشرہ خود غرضی اور نفسانیت کی لپیٹ میں آئے گا۔اور ایسے معاشرہ کے انجام کا تصور کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ قیامت کا اعتقاد انسان کی انفرادی اور معاشرتی زندگی پر موثر ہے، کیونکہ قیامت پر ایمان رکھنے والا شخص قرآن کریم اور سنت نبویؐ سے تمسک رکھتا ہے، جیسا کہ قرآن اور سنت نبوی میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتایا گیا اسی لئے وہ ہر صاحب حق کے حق کو ادا کرتا ہے، ہر کام کرتے وقت اس کو ذمہ داری اور فرض کا احساس ہوتا ہے، اور دوسروں کے حقوق پر زیادتی کو ظلم سمجھتا ہے۔ پس آخرت کا صحیح تصور معاشرے کی اصلاح کا باعث ہے۔

۲۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلامی بنیادی قوانین اور فروع دین میں سے ہیں۔قرآن کریم اور معصوم راہنماؤں نے اس فریضہ کے بارے میں کافی تاکید کی ہے۔ صرف اسلام ہی نہیں بلکہ دوسرے ادیان آسمانی نے بھی اپنے تربیتی احکام کو جاری کرنے کے لئے ان کا سہارا لیا ہے۔ لہٰذا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاریخ بہت پرانی ہے۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاءؑ کی روش اور نیک کردار افراد کا شیوہ ہے۔[۲۳]

پس معاشرے کے اندر کسی ایسے ادارہ کو قائم کیا جائے جو اصلاح و فساد کا تعین کرے اور ان تدابیر کو قابل عمل بنائے جن سے بگاڑ کی روک تھام ہو سکے۔ دینی نقطۂ نظر سے اس کو ادارہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ امت مسلمہ کی خصوصیت میں یہی بات بیان کر دی گئی ہے۔ قرآن میں تقریبا آٹھ مقامات پر ہمیں امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے بارے میں نصیحت کی گئی ہے۔

يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُوْلَـئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ

جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سر گرم رہتے ہیں۔یہی صالح لوگ ہیں۔ہیں۔[۲۴] امت کے ایک گروہ کو امر بالمعروف کے لیے قیام کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ تم میں کچھ لوگا یسے ضرور ہونے چاہیے جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔[۲۵] بے شک مسلمان اس وقت برترو ممتاز امت کہلائیں گے جب وہ ایک دوسرے کو نیکیوں کی دعوت دیں اور برائیوں سے روکیں اور اگر مسلمان ان دو فریضوں کو بھلادیں تو نہ بہترین امت کہلائیں گے اور نہ ہی انسانیت کے لئے مفید واقع ہونگے۔ [۲۶]

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام ان دو الٰہی فریضوں کا دوسرے اسلامی احکام سے مقایسہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ جملہ اعمال خیر مع جہاد راہ خدا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو گہرے سمندر میں لعاب دہن کے ذرات کی حیثیت ہوتی ہے۔[۲۷]

رسول خداؐ ایک خوبصورت مثال میں معاشرے کو ایک کشتی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کشتی میں سوار افراد میں سے کوئی یہ کہے کہ کشتی میں میرا بھی حق ہے لہٰذا میں اس میں سوراخ کر سکتا ہوں اور دوسرے مسافر اسکو اس کام سے نہ روکیں تو اس کا یہ کام سارے مسافروں کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔اس لئے کہ کشتی کے غرق ہونے سے سب کے سب غرق اور ہلاک ہو جائیں گے اور اگر دوسرے افراد اس شخص کو اس کام سے روک دیں تو وہ خود بھی نجات پا جائے گا اور دوسرے مسافرین بھی۔[۲۸] کیونکہ جس معاشرہ میں خیر وشر کی تمیز مٹ جائے (خیر اور شر کا معیار وحی الٰہی اور احکام قرآنی پر رکھا جائے گا) وہ ضلالت اور گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ افراد کی نظر میں نیکی نیکی اور بدی بدی نہیں رہتی اور لوگ صرف ظاہری منفعتوں کے زیر اثر کام کرتے ہیں۔ایسی قوم اور ایسے معاشرے کا زوال یقینی اور حتمی ہو جاتا ہے۔پس دعوت الی الخیر، برائی سے روکنا اس امت کا خاصہ اور دینی فریضہ ہے۔جب ہر فرد اپنے حقیقی مشن "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کو پہچانتے ہوئے عملی جامہ پہنائے گا تو ایک پر امن، باہمی اخوت اور مودّت کا مثالی معاشرہ تشکیل ہو گا۔ اس طرح اگر امت مسلمہ اپنے فریضہ کو پہچانے، انصاف، حق پسندی، خلوص اور دیانت پر مضبوطی سے قائم ہو جائے تو منظم نیکی کے سامنے منظم بدی اپنے لشکروں کی کثرت کے باوجود شکست کھا جائے گی اور اگر خیر کے علمبردار سرے سے میدان میں ہی نہ آئیں تو میدان لامحالہ علمبرداران شر کے ہاتھ میں رہے گا۔

۳- مسجد کی دینی اور سماجی حیثیت کو اجاگر کرنا:

اسلام میں مسجد کو عبادت، تعلیم و تربیت، ثقافت اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے مرکزی مقام حاصل رہا ہے بلکہ مسلمانوں کی تمام سرگرمیوں کا مرکز و منبع مسجد ہی تھی۔ اسلام کی تعلیم کا آغاز مسجد سے ہوا۔ پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ نے ہجرت فرمائی تو مدینہ سے باہر مسجد کی بنیاد رکھی جو سب سے پہلی مسجد ہے اور پھر مدینہ منورہ میں دوسری 'مسجد نبوی' بنائی۔ اس میں دینی اور دنیاوی تعلیمات کی شروعات کیں۔ اسی مسجدِ نبوی سے علم و عرفان، تہذیب و تمدن، اتحاد و یگانگت، اجتماعیت، مساوات و اخوّت کے جذبات پروان چڑھے اور معاشرہ روز بروز منور ہوتا چلا گیا۔ موجودہ دور میں مسلمان معاشروں میں معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور انتظامی بگاڑ عام ہو چکا ہے۔ اس کی ابتدا اُس وقت ہو گئی تھی جب مسلمان کا تعلق مسجد سے کمزور ہوا۔ آج اگر ہم آرزو مند ہیں کہ معاشرہ کی اصلاح ہو اور وہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے تو ہمیں مسجد کے بنیادی کردار کو فعال کرنا ہو گا۔ ذیل میں اسی بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ اصلاحِ معاشرہ میں مسجد کا کیا کردار ہے۔ مسجد ہدایت واصلاح کی جگہ ہے اور قرآنِ مجید نے اس بات کی شہادت یوں دی ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِين

بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو بابرکت بنائی گئی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔ [۲۹] امام حسن ابن علیؑ مسجد کے فوائد بطور اصلاح معاشرہ یوں پیش کرتے ہیں:

مَنْ اَدامَ الْاِخْتِلافَ اِلَى الْمَسجِدِ اَصابَ اِحْدى ثَمانٍ: ايَةً مُحْكَمَةً وَ اَخاً مُسْتَفاداً وَ عِلْماًمُسْتَطْرَفاً، وَ رَحْمَةً مُنتَظِرةً وَ كَلِمَةً تَدُلُّهُ عَلَى الْهُدى اَوْ تَرُدُّهُ عَنْ رَدِيٍّ وَ تَرَكَ الذُّنُوبَ حَياءً اَوْخَشْيَةً

یعنی جو کوئی مسلسل مسجد میں (نماز وغیرہ کے لیے) آتے جاتے رہے تو ان آٹھ فوائد میں سے ایک فائدہ ضرور ملے گا۔ ۱-قرآنی آیات کی روشنی سے استفادہ ملے گا، ۲-نیک رفیق ملے گا، ۳-تازہ علم ملے گا، ۴-رحمت خداوندی جو اس کے انتظار میں ہے اس سے روبرو ہو گا، ۵-ایسی باتیں سننے کو ملیں گی جو اس کے لیے راہنما ثابت ہوں گی، ٦-انحراف سے امان میں رہے گا، ۷-حیاء کی وجہ سے گناہ سرزد نہیں ہو گا، ۸-ڈر (خوف خدا) ترک گناہ کا موجب بنے گے۔ [۳۰]

اصلاحِ معاشرہ کے لیے مساجد کا نمایاں کردار درج ذیل پہلوؤں کا حامل ہے ان میں سے دو پہلوں کو بیان کرتے ہیں کہ مسجد کیسے معاشرے کی اصلاح کرتی ہے۔ ا۔روحانی تربیت میں کردار ۲۔ معاشرتی کردار ۳۔ مسجد اور تعمیر کردار ۴۔ ثقافتی کردار ۵۔ معاشی اور مالی کردار

روحانی تربیت میں کردار: مسجد مسلمان کی روحانی تربیت میں مندرجہ ذیل صورتوں میں اپنا کردار ادا کرتی ہے

ا۔ طہارت و صفائی : مسلمان جب نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد کا رُخ کرتا ہے تو وہ اپنی طہارت کا اہتمام کرتا ہے۔ ظاہری صفائی کے ساتھ وہ باطنی گندگی یعنی شرک، کینہ، حسد، بغض وغیرہ سے بھی اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

ب۔ توحید : نماز کی ادائیگی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي [۳۱] "میری عبادت کرو اور نماز میری یاد کے لیے قائم کرو۔" مسلمان جب نماز کے ترجمہ پر غور کرتا ہے تو عقیدہ توحید مزید پختہ ہو جاتا ہے۔

ج۔ تعلق باللہ میں مضبوطی : مؤمن جب پانچ دفعہ مسجد میں جا کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو اس عمل سے مسلمان کا اللہ سے تعلق مضبوط تر ہو جاتا ہے۔

د۔ فرائض کے ادا کرنے کا جذبہ : نماز جیسے اہم اور بنیادی فرض کی ادائیگی سے دوسرے تمام فرائض کو ادا کرنے کا جذبہ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔

ر۔ روحانی قوت میں اضافہ : باجماعت نماز ادا کرنے سے روح کی تطہیر ہو جاتی ہے، کامل توجہ اللہ کی طرف ہونے سے دل شیطانی وسوسوں اور خیالات سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ اس عربی مقولہ کا مصداق بن جاتا ہے:

المؤمن في المسجد كالسمك في الماء والمنافق في المسجد كالطير في القفسس

مؤمن مسجد میں ایسے ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق مسجد میں ایسے ہوتا ہے جیسے پرندہ پنجرے میں۔ [۳۲]

۲۔ معاشرتی کردار: مسجد مسلم معاشرے کا مرکز و مرجع ہے، اس لیے بہت سے معاشرتی اُمور اس سے وابستہ ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

ا۔ ملتِ واحدہ: مسلمان جب نماز کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اسے تمام مسلمان اسلام کے رشتہ اخوت سے جُڑے دکھائی دیتے ہیں، کیونکہ مسجد میں ذات پات، رنگ و نسل، علاقے اور ملک، امیر اور غریب میں

کوئی امتیاز نہیں ہوتا بلکہ بقول شاعر: ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز ۔

ب۔ حقوق و فرائض : جب مسلمان مسجد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو آپس میں تمام حقوق و فرائض اَدا ہو جاتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو سلام و جواب کرنا، بیمار کی عیادت کرنا، باہم ایک دوسرے کا احترام اور حاجت مندوں کی مدد کرنا شامل ہے اس کے علاوہ دیگر حقوق العباد کا احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

ج۔ اجتماعی مسائل کا اِدراک : معاشرے میں مسجد کے ذریعے سے معاشرتی مسائل کا ادراک ہوتا ہے، مسجد میں وہ ایک دوسرے سے بلا رکاوٹ ملتے ہیں اور درپیش مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ مسجد دعوتِ دین اور تبلیغ کا مرکز رہی ہے۔ مسجد ہی مسلمانوں کی ظاہری، باطنی اصلاح کرتی رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے سے لے کر آئمہؑ اور بعد کے دور میں بھی ایسا ہی کردار ادا کرتی رہی۔ دشمنوں نے اس کی اہمیت، مرکزیت اور ہمہ گیریت کو سمجھ کر اس کے خلاف گہری اور پوشیدہ سازشیں شروع کردی تاکہ اس کے کردار کو ختم یا کمزور ضرور کیا جائے۔ پس قرآنی معاشرے کی بقاء اور معاشرے کی اصلاح میں مسجد اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لہٰذا طاغوت زمانہ کی سازشوں سے باخبر رہ کر مسجد کی دینی اور سماجی حیثیت کو اجاگر کرنا اصلاح معاشرہ کا باعث ہے۔

۴۔ جہاد کے ذریعے اصلاح:

جہاد معاشرے کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔ قرآن کریم میں جہاد ایک اہم فریضہ ہے۔ اسے پورے الٰہی نظام اور توحید کا محافظ قرار دیا گیا ہے۔ جہاد بھی معاشرے کی اصلاح کا ایک اہم پہلو ہے۔ خود قرآن اس بات کی تائید کرتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا، انہیں ہم ضرور اپنے راستے کی ہدایت دیں گے۔[۳۳] امام علیؑ جہاد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ جاهد فی الله حق جهاده، ولا تأخذک فی الله لومة لائمه[۳۴] یعنی جو حق جہاد کرنے کا ہے، خدا کی راہ میں ویسا جہاد کرو اور خدا کی راہ میں کسی ملامت سے نہ ڈرو۔ اسلامی جہاد سے معاشرہ جیسا صاف ستھرا اور پُرامن رہتا ہے ایسا کسی بھی ذریعہ سے نہیں رہ سکتا، یہ اسلامی جہاد ہی ہے جس کی بدولت خود بخود ہر انسان اپنے آپ پر نگاہ رکھتا ہے اور اپنا محاسبہ کرکے آلودگیوں سے بچنے کے راستے فراہم کرتا ہے، اسے ہم جہاد بالنفس کہتے ہیں، اس جہاد کو جہاد اکبر بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس جہاد کو انجام دینا سب سے مشکل کام ہے جس کو امام جعفر صادقؑ اور امام حسن عسکریؑ نے یوں بیان فرمایا! اشدّ النّاس اجتهاد

من ترک الذنوب [۳۵] یعنی مشکل ترین جہاد ترکِ گناہ کا جہاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ : المجاهد من جاهد نفسه یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ [۳۶] جب ہر انسان اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اپنے نفس کو برائیوں اور خواہشات کی پیروی سے دور رکھنے کے لئے جد وجہد کرے گا تو یہ معاشرہ جنت نظیر بن جائے گا۔ یہ اسلامی جہاد ہی ہے جس کی وجہ سے ہر مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ اپنے قلم کو معاشرے کی اصلاح و بھلائی میں استعمال کرے، اسے جہاد بالقلم کہا جاتا ہے، جہاد بالقلم یعنی معاشرے کو سدھارنے کے لئے قلم کے ذریعہ کوشش کی جائے، اس جہاد کا بھی بے حد ثواب ہے اور اس کا درجہ تلوار کے جہاد سے بڑا ہے، قول معصومؑ ہے کہ : ''عالم کے قلم کی سیاہی کا قطرہ شہید کے خون سے افضل ہے۔'' [۳۷]

قلم کے ذریعہ کیا گیا جہاد سب سے زیادہ دیر پا ہوتا ہے، تقریریں ذہنوں سے محو ہو سکتی ہیں لیکن قلمی کاوشیں کتابوں اور لٹریچر کی شکل میں زیادہ عرصہ تک محفوظ رہتی ہیں، جس سے کئی کئی نسلیں استفادہ کر سکتی ہیں اسی لئے جہاد بالقلم کی بہت تاکید ہے۔ یہ اسلامی جہاد ہی ہے جو انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے برائیوں کو پھیلنے نہ دیں اسے جہاد باللسان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے!

جاهدو المشركين بأيديكم والسنتكم [۳۸]

یعنی اپنے ہاتھوں اور زبانوں کے ذریعے مشرکوں سے جہاد کرو۔

تحفظ صرف تلوار یا دیگر اسلحہ سے ہی نہیں ہوتا بلکہ معاشرے پر چاہے اقتصادی حملہ ہو یا مغربی اخلاقی فلموں اور سیریلوں کے ذریعہ ثقافتی یلغار ہو دفاع کرنا ضروری ہے۔ اسلام دشمن عناصر جہاد بالسیف کو قتل و غارت گری سے تشبیہ دیتے ہیں جو کہ غلط ہے، چونکہ اسلام عالم انسانیت کے لئے امن کا پیغام لے کر آیا تھا لہٰذا وہ طاقتیں جو معاشرے کے کمزور لوگوں کا خون چوس رہی تھیں اور ان کو سودی قرضوں میں جکڑ کر غلام بنا چکی تھیں اسلام کے اس پیغام سے بوکھلا گئیں اور ہر طرح کی مخالفت شروع کر دی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے، لہٰذا اسلام نے بھی مسلمانوں کو اپنے دفاع کا حق دیا ہے جس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے. لہٰذا اسلام نے اس جہاد کو سب سے نچلے درجے پر رکھا ہے۔ امام حسینؑ نے تاریخ اس بات کو رقم کیا کہ امام عالی مقامؑ نے پہلے قلم و زبان سے جہاد کی مگر جب دیکھا کہ اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو آخری حربہ اختیار کیا اور معاشرے کی اصلاح کی خاطر تلوار اٹھائی اور آواز حق کو بلند کر کے معاشرے کو مفسدین کے چنگل سے آزادی دی۔ پس معلوم ہوا کہ جہاد بھی قرآنی معاشرے کی اصلاح میں موثر کردار ادا کرتا ہے۔

۵-اسلامی نظام حکومت کا قیام:

اسلامی یا صالح نظام حکومت کا قیام اصلاح معاشرہ کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ جس میں ملک کا پورا نظام اسلامی ہو جس میں افراد اور معاشرہ روح دین سے سرشار ہوں اور غیر اسلامی نظریات سر نہ اُٹھا سکیں۔ نظام کی تشکیل اس طرح ہو کہ غیر اسلامی نظریات کی بجائے اسلامی تعلیمات کی گرفت مضبوط ہو۔ کیونکہ اسلامی نظام حکومت کے اپنے اہداف نہیں ہوتے۔ اللہ کا دیا ہوا قانون جو خالق فطرت نے انسان کی ذہنی قلبی مادی روحانی انفرادی اور اجتماعی ضروریات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر عطا کیا ہے اس کا نفاذ اسلامی حکومت کا اصلی اور بنیادی ہدف ہے۔ لہذا اسلامی نظام حکومت کے فرائض میں سر فہرست قرآن و سنت کی روشنی میں واجبات کا قیام اور احیا ہے۔ کتاب حکمت کی آیت کی جانب ایک نگاہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ ایک اسلامی حکومت کا اس سے بہتر کوئی منشور نہیں ہو سکتا: لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَـئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ[۳۹] نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ، یوم آخرت، ملائکہ اور اللہ کی نازل کردہ کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتے داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔ میرے خیال میں مذکورہ آیہ مبارکہ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ اس قدر جامع ہیں کہ معاشرہ کے تمام طبقوں اور افراد کے حقوق و فرائض انفرادی اور اجتماعی تمام ذمہ داریاں بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہیں اگر حاکم اور رعایا اس آیت کو منشور قرار دے کر اسی کی روشنی میں اپنے اعمال کا احتساب کریں تو اسلامی نظام حیات کے تحت ایک خوشحال اور امن و سلامتی پر مبنی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

معصوم (ع) نے ہم سے ایسی ہی مملکت کے قیام کی خواہش اور اس کے لئے دعا کرنے کی تلقین ان الفاظ میں کی ہے؛

اَللّـهُمّ اِنّا نَرْغَبُ اِلَيْكَ فِي دَوْلَة كَرِيمَة تُعِزُّ بِهَا الْاِسْلامَ وَاَهْلَهُ، وَتُذِلُّ بِهَا النِّفاقَ وَاَهْلَهُ، وَتَجْعَلُنا فيها مِنَ الدُّعاةِ اِلى طاعَتِكَ، وَالْقادَةِ اِلى سَبيلِكَ، وَتَرْزُقُنا بِها كَرامَةَ الدُّنْيا وَالْاٰخِرَةِ .[40]

یعنی :اے اللہ ہم تجھ سے ایسی بابرکت مملکت کی آرزو رکھتے ہیں کہ جس میں اسلام اور اہل دونوں باعزت رہیں اہل نفاق اور منافقین ذلیل ہوں، اور تو (مہربانی فرماکر) ہم کو سرکشی سے اپنی اطاعت کی طرف آمادہ کرے، اور تیرے راستے کے رہبر بنادے، اور توہمیں دنیاوآخرت دونوں کی عزت وآبروعطافرما۔

۶۔ حدود و تغیرات کا قیام:

معاشرے کی اصلاح کی خاطر حدود و تعزیرات کے نظام کا قیام ناگزیر ہے چونکہ حدود و تعزیرات کے بغیر قانون شکن افراد کے قانونی خلاف ورزی کو نہیں روک سکتے۔اور جب تک معاشرے سے جرائم اور قانون شکنی کا خاتمہ نہ ہو اس وقت تک صحت مند معاشرے کا قیام ممکن نہیں ہے۔ نبی خداؐ نے جب مدینہ کی جانب ہجرت کی تو سب سے پہلے جو کام کیا، وہ اسلامی حکومت کی تشکیل اور قوانین اسلام کی تشریح کا کام تھا، جس کی خلاف ورزی کو گناہ اور قابل مؤاخذہ قرار دیا گیا۔ آپؐ نے قرآن کے قوانین کو الٰہی حدود قرار دیا اور جو بھی ان حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ قابل سزا اور زجر و توبیخ ہے۔[41] کتاب حکمت نے خلاف ورزی کرنے والوں کو ظالم قرار دیتے ہوئے فرمایا: حُدُودُ اللّهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّهِ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ یہ حدود (خدائی سرحدیں) ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو شخص ان سے تجاوز کرے تو وہ ظالم ہے۔[42] کیونکہ خداوند عالم برائی کو ہر گز پسند نہیں کرتا اور اسلامی معاشرے کو فساد سے عاری دیکھنا چاہتا ہے اسی وجہ سے قرآن کی متعدد آیات میں انسانوں کو ہر طرح کی برائی سے روکا گیا ہے کیونکہ کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی اس معاشرے کے رہنے والے لوگوں کے رویوں، ماحول اور وہاں کے قانون کی پاسداری سے ہی تشکیل پاتی ہے اگر افراد مل کر اچھا رویہ اختیار کریں اور لوگوں کا آپس میں پیار محبت اور اچھے تعلقات ہوں تو وہ معاشرہ ترقی کی منازل بآسانی طے کرتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن رہے گا اور اگر اس معاشرے کے لوگوں کا رویہ برا ہو گا اور وہاں پر معاشرتی اقدار اور قوانین کی پاسداری نہیں ہو گی تو وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکے گا۔ ہر معاشرے کے رسم و رواج کے ساتھ ساتھ کچھ ملکی قوانین بھی ہوتے ہیں۔ رسوم و رواج کی پاسداری تو سب ہی کرتے ہیں چاہے وہ دنیا والوں کے دکھاوے کیلئے ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ قوانین کا احترام معاشرے کے ہر فرد کی اوّلین ذمہ داری ہے چاہے فرد کا تعلق

حکمران طبقے سے ہو یا عام شہری ہو۔ عدل وانصاف پر مبنی معاشرے میں کوئی بھی فرد یا گروہ قانون سے بالاتر نہیں ہوتا۔ اگر معاشرے میں قانون کی عملداری نہیں ہو گی۔ قانون کا احترام مفقود ہو گا تو ایسا معاشرہ کبھی بھی انسانی قدروں کا حامل نہیں بن سکتا۔ لہذا حدود و تعزیرات کے نفاذ سے سماجی جرائم کا انسداد ہو گا اور معاشرہ غیر صالح عناصر کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رہے گا۔ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کہتے ہیں: درحقیقت قانون معاشرے کی رگوں میں خون کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس معاشرہ کے لیے بہترین قانون وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ درج ذیل امور کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ ۱۔انسانی معاشرے کی تمام پراگندہ قوتوں کو ایک طاقتور مرکز کے زیر سایہ جمع کر سکے۔ اور رنگ ونسل اور لسانی اختلافات جیسی رکاوٹوں کو برطرف کر سکے۔ ۲۔پوشیدہ صلاحیتوں اور تخلیقی قوتوں کی پرورش کے ذرائع فراہم کرے۔ ۳۔ حقیقی معنوں میں آزادی فراہم کرے تاکہ سب لوگ اس کے سائے میں اپنی صلاحیتوں کو نکھار سکیں۔ ۴۔ہر شخص اور ہر طبقے کے حق کو واضح کرے تاکہ باہمی ٹکراؤ اور ایک دوسرے پر تجاوز کی روک تھام ہو سکے۔ ۵۔ایک صحیح اجرائی نظام کی ضمانت فراہم کرتے ہوئے اعتماد اور اطمینان کی فضا ہموار کرے۔ ۶۔ایک اچھا قانون وہ نہیں کہ جو لمبے چوڑے قوانین کو ایک بڑے عدالتی نظام اور پولیس وقید خانوں کی فراوانی کے ساتھ چلائے کیونکہ یہ قانون اور معاشرے کی ناتوانی کی علامت ہے۔ جبکہ بہترین قانون وہ ہے کہ جو ثقافت، تعلیم اور درست قوانین کے ذریعے، پہلے سے جرائم کی روک تھام کرے تاکہ اس قسم کے مسائل کی ضرورت پیش نہ آئے۔ کیونکہ عدالتی نظام، سزائیں اور قید خانے درحقیقت علاج معالجے یا بیمار کے لیے ایک جراح کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن صحیح قوانین اور مناسب اصول وضوابط ایک مرکز صحت کی حیثیت سے کم خرچ، قابل قبول اور ہر قسم کی پریشانی اور مشکلات سے خالی ہوتے ہیں۔ [۴۳]

۷۔معاشرے میں اجتماعی شعور کو بیدار کیا جائے:

معاشرے میں اس شعور کو بیدار کیا جائے کہ کوئی شخص بھی بگاڑ کی طرف مائل نہ ہو۔ اس کے شعور کی تعمیر و ترقی کے لئے ''ادارہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' مندرجہ ذیل طریق اختیار کر سکتا ہے۔ (الف) تعلیم و تبلیغ کے ذریعے وہ تمام صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔ جو دورِ حاضر میں نشر واشاعت کے سبب بنتی ہیں۔ مثلاً اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن مذاکرات وغیرہ کے ذریعہ سے دینی اقدار اور اسلامی طرزِ حیات کی تفہیم کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے حقیقت یہ ہے کہ دورِ حاضر میں یہ ذرائع عوامی رجحانات کو بدلنے اور نیا رخ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرے کے اندر غلط رجحانات کی ترویج میں ان اداروں کا بڑا حصہ

ہے۔ (ب) یہ ادارہ معیاری معاشرت کے لئے عمدہ نمونہ اور مثال پیش کرے جس کی نہج پر پورے معاشرے کو ڈھالا جاسکے۔ نبی کریم ﷺ نے جن اصولوں کو بیان کیا تھاان اصولوں پر مبنی ایک سوسائٹی مدینہ طیبہ میں تشکیل دی تھی اس معاشرہ کا ہر فرد ان اصولوں کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ لہٰذا اصلاح معاشرہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ نمونے کے چند افراد پر مشتمل ایک ایسی وحدت قائم ہونی چاہئے جس کو سامنے رکھ کر پورے معاشرے کو استوار کیا جاسکے۔

۸- معاشرے میں عدل وانصاف کا نفاذ:

خدانے عدل وانصاف کا حکم دیاہے۔انبیاء کی بعثت کا بنیادی ہدف بھی یہی ہے۔اسی بنیاد پر خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ آپ عدل وانصاف قائم کریں۔ سورہ شوری میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

بِمَا أَنزَلَ اللهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللهُ

اللہ نے اس کتاب کے ذریعے مجھے حکم دیا گیاہے کہ میں تمہارے ساتھ انصاف سے پیش آوں۔[۴۴]

آپ کو یہ بھی ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ امت اسلامی کو عدل وانصاف پر عمل کرنے کی دعوت دیں سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتاہے کہ !

أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى [۴۵]

عدل وانصاف قائم کرو کیونکہ یہ تقوی سے نزدیک ہے۔

درحقیقت قرآن کریم کی نگاہ میں مومن اور ایمانی معاشرے کی پہچان ہی عدل وانصاف ہے نہ ظلم برداشت کرتا ہے اور نہ ظلم کرتاہے۔قرآن کا کہناہے۔لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ[۴۶]

قرآن کریم ایسے معاشرے کا خواہاں ہے جس میں ہر شخص عدل وانصاف پر عمل کرنا اپنا فریضہ سمجھے۔ سورہ مائدہ کی میں ارشاد ہورہاہے کہ !

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [۴۷] اے ایمان والو خدا کے لیے قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو اور خبردار کسی قوم کی عداوت تمہں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف کو ترک کرے انصاف کرو چونکہ یہی تقوی سے قریب ترہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

تفسیر نمونہ میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں آیا ہے: اس آیت میں نفاذ عدل وانصاف کے بارے میں ایک بنیادی اور کلی قانون بیان کیا جارہا ہے یہاں یہ تاکید کی جارہی ہے کہ عدل وانصاف بغیر کسی امتیاز کے تمام لوگوں کے لئے ہونا چاہیے اس آیت میں تمام اہل ایمان کو عدل وانصاف پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مالی اور اقتصادی مسائل اور بیت المال کی تقسیم میں اس حد تک باریک بینی سے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے تھے کہ سب کے لئے عام زندگی اور نسبی خوش حالی ممکن ہو سکے اور کسی خاص گروہ کے ہاتھوں دولت وثروت کے انبار نہ لگ جائیں اور قرآن کی اس تنبیہ پر عمل ہو سکے! لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاء سارا مال صرف مالداروں کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہ جائے۔[۴۸]

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے منصفانہ اقدامات سے کچھ لوگ ان کے مخالف بن گئے اور ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے لگے لیکن رسول اللہ ﷺ اور ان کے جانشین نے کبھی بھی مصلحت کی بنا پر عدل وانصاف سے عدول نہیں کیا اس طرح ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عدل وانصاف کا نفاذ آسان کام نہیں ہے۔اس لئے شدید مصائب جھیلنے پڑتے ہیں۔

فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى [۴۹]

تم لوگوں کے درمیان برحق فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کردیں بے شک جو لوگ راہ خدا سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر مبنی معاشرے میں ہر انسان کا عادل اور منصف ہونا محض ایک خوبصورت ودلکش نعرہ نہیں ہے بلکہ ایک طویل مدت پروگرام ہے جو چار بنیادوں پر مشتمل ہے

۱۔بینات ، ۲۔کتاب ،۔۳میزان ، ۴۔حدید (حدید ۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی رو سے بے بنیاد بہانوں کی بنا پر عدل وانصاف سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ

من ولی عشرا فلم یعدل فیهم جاء یوم القیامة ویداه ورجلاه وراسه فی ثقب فاس کسی شخص کو اگر دس افراد کی سرپرستی سونپی گئی ہو اور وہ ان کے ساتھ عدل وانصاف نہ کرسکے تو قیامت کے دن اسے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں اور سر پر لوہے کا ایک تاج پہنا کر جس میں لگام لگی ہوگی لایا جائے گا[۵۰]۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ اسلام جس عدل وانصاف کا قائل ہے وہ کوئی حکم تعبدی نہیں ہے بلکہ اسلامی عدالت سے معاشرے میں استقامت استحکام اور ترقی و سلامتی آتی ہے۔الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم [۵۱]۔کی رسا اور معنی دار تعبیر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خطروں اور عدم سلامتی کی بنیادی وجہ بے انصافی اور ظلم ہے۔

علامہ طباطبائی تفسیر میزان میں کہتے ہیں کہ اگر معاشرے میں حق کی پیروی اور عدل وانصاف کا نفاذ ہو جائے تو وہ معاشرہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور مضمحل نہیں ہو سکتا نتیجے میں ایسے معاشرے میں خوش حالی پھیل جاتی ہے اور غربت کا خاتمہ ہو جاتا ہے [۵۲]۔

نتیجہ: علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے قرآن میں یہ وعدہ فرمایا ہے۔

انسان کائنات کا جزو ہونے کی حیثیت سے اپنی منزل مقصود یعنی کمال کی منزل حاصل کر کے رہے گا اور یہ منزل دنیا پر اسلام کی حکمرانی اور اسلام کے ہاتھوں میں قافلہ انسانی کی باگ ڈور اور حقِ حاکمیت سے عبارت ہے [۵۳]۔

مذکورہ بالا تمام مطالب کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمام اسلامی مذاہب ومسالک کو اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ایک کامل اور جامع اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے معاشرے میں قرآنی تعلیمات اور سیرت نبوی کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس کے بغیر ہم ارتقائی منازل آسانی سے طے نہیں کر سکیں گے۔

* * * * *

حوالہ جات

[1]۔ بقرہ:۱۸۵

[2]۔ یوسف:۱۱۱

[3]۔ http://urdulughat.info

[4]۔ مطہری، شہید مرتضیٰ، تاریخ اور معاشرہ، مترجم: محاہد حسین حر،، شہید مطہری فاونڈیشن، لاہور س ن ص ۱۰

[5]۔ http://urdulughat.info

[6]۔ سورہ بقرہ ۱۱‘ ۲۲۰‘ سورہ اعراف ۵۶‘ ۱۷۰‘ سورہ ہود ۸۸‘۱۱ اور سورہ قصص ۱۹

[7]۔ ھود:۸۸

[8]۔ بقرۃ:۱۱

[9]۔ بقرۃ:۱۲

[10]۔ عمرآن: ۱۱۰

[11]۔ انفال:۷۳

[12]۔ Magazine.mohaddis.com

[13]۔ Magazine.mohaddis.com

[14]۔ رضی، محمد بن حسین، نہج البلاغہ، مترجم: سید ذیشان حیدر جوادی، محفوظ بک ایجنسی، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۳ء، طبع ۶، ص:۵۹، خطبہ:۱۸

[15]۔ سبا:۱۳

[16]۔ فجر:۱۰-۱۲

[17]۔ نحل:۳۶

[18]۔ النساء:۴۸

[19]۔ کلینی، محمد یعقوب،، اصول کافی، مترجم: محمد غفار علی اکبر، دار الکتاب الاسلامیہ، تہران، ایران، ۱۴۰۹ھ، ج ۲، ص ۴۱۵

[20]۔ غافر:۳۹

[21]۔ لیل:۱۱

[22]۔ رازی، فخر الدین، تفسیر کبیر، دار الحیاء التراث العربی، بیروت، ص ۱۳۵

[23]۔ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، موسسۂ آل بیت، قم، ایران، س ن، ج ۱، ص ۳۹۵

[24]۔ آل عمران: ۱۱۴

[25]۔ آل عمران: ۱۰۴

[26]۔ شیرازی، ناصر مکارم ، تفسیر نمونہ، مترجم: صفدر حسین نجفی،: مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۱۴، ج ۲، ص ۹۷

[27]۔ رضی، محمد بن حسین، نہج البلاغہ، مترجم: سید ذیشان حیدر جوادی، محفوظ بک ایجنسی، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۳ء، طبع ۶، ص ۶۴۷، کلمہ قصار ۳۷۴

[28]۔ (صحیح بخاری ۲!۸۸۷)

[29] ۔آل عمران: ۹۶

[30] ۔مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار، دار الحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ق، ج ۷۵، ص ۱۰۸

[31] ۔طہٰ: ۱۴

[32] ۔Magazine.mohaddis.com

[33] ۔عنکبوت: ۶۹

[34] ۔آمدی، عبد الواحد بن محمد تمیمی، غرر الحکم ودرر الکلم، محقق: سید مہدی رجائی، دار الکتاب الاسلامی، قم، ایران، طبع دوم، ۱۴۱۰ ق،

[35] ۔آمدی، عبد الواحد بن محمد تمیمی، غرر الحکم ودرر الکلم، محقق: سید مہدی رجائی، دار الکتاب الاسلامی، قم، ایران، طبع دوم، ۱۴۱۰ ق،

[36] ۔الترمذی: ۱۶۲۱ وقال: "حدیث حسن صحیح" وسندہ حسن وصححہ ابن حبان / موارد: ۱۶۲۴ والحاکم علی شرط مسلم ۹/۲ ۷ و وافقہ الذہبی (

[37] ۔محمد عندلیب، ڈاکٹر، آداب اسلامی، مترجم: سید کمیل اصغر زیدی، المصطفیٰ بین الاقوامی مرکز اسلام آباد، ستمبر ۲۰۱۲ء، ج ۲، ص ۱۲

[38] ۔المختارۃ للضیاء المقدسی ج ۵ ص ۳۶ ح ۱۶۴۲ واللفظ لہ، سنن ابی داؤد: ۲۵۰۴

[39] ۔سورہ بقرہ، آیت: ۱۷۷

[40] ۔قمی، شیخ عباس، دعاافتتاح، مفاتیح الجنان

[41] ۔شیرازی، ناصر مکارم، پیام قرآن، مترجم: سید رمیز الحسن موسوی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، س ن، ج: ۸، ص: ۲۰۵

[42] ۔بقرہ: ۲۲۹

[43] ۔شیرازی، ناصر مکارم، پیام قرآن، مترجم: سید رمیز الحسن، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، س ن، ج: ۸، ص: ۱۹۰

[44] ۔شوریٰ: ۱۵

[45] ۔مائدہ: ۸

[46] ۔بقرہ: ۲۷۹

[47] ۔مائدہ: ۸

[48] ۔حشر: ۷

[49] ۔ص: ۲۶

[50] ۔ابن بابویہ، محمد علی، امالی صدوق، مترحم: سید منیر حسین رضوی، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، ۲۰۱۳ق، ج: ۲، ص: ۲۶۰

[51] ۔Magazine.mohaddis.com

[52] ۔طباطبائی، سید محمد حسین، تفسیر میزان، مترجم: محمد باقر موسوی، فرہنگی رجاء، قم، ایران، س ن، ج ۵، ص: ۱۰۹

[53] ۔طباطبائی، سید محمد حسین، تفسیر میزان مترجم: محمد باقر موسوی، فرہنگی رجاء، قم ایران، س ن، ج ۴، ص: ۱۰۰

منابع وماخذ

۱. قرآن مجید
۲. مطہری، شہید مرتضیٰ ،تاریخ اور معاشرہ، مترجم: محاہد حسین حر،،چ: شہید مطہری فاونڈیشن، لاہور، س ن
۳. الطائی، نجاح، ڈاکٹر، مقتل الحسین وانصارہ، دار الہدی الاحیاء التراث، بیروت، ۲۰۱۱ ء
۴. رضی شریف، محمد بن حسین، نہج البلاغہ، مترجم: سید ذیشان حیدر جوادی، محفوظ بک ایجنسی کراچی ، اکتوبر ۲۰۱۳ء، طبع ۶
۵. رازی، فخر الدین، تفسیر کبیر، دار الحیاء التراث العربی، بیروت، س ن
۶. صحیح بخاری ۲!۸۸۷
۷. محمد عندلیب، ڈاکٹر، آداب اسلامی، مترجم: سید کمیل اصغر زیدی، المصطفی بین الاقوامی مرکز اسلام آباد، ستمبر ۲۰۱۲ء
۸. شیرازی، ناصر مکارم، پیام قرآن، مترجم: سید رمیز الحسن موسوی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، س ن
۹. طبرسی، شیخ ابی علی الفضل بن الحسن، مجمع البیان، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، ایران، ۱۴۰۸ھ،
۱۰. طباطبائی، سید محمد حسین، تفسیر میزان، مترجم: محمد باقر موسوی، چ: فرہنگی رجاء، قم، ایران، س ن
۱۱. ابن بابویہ، محمد بن علی، امالی شیخ صدوق، کتابچی، تہران، ایران، ۱۳۷۶ش۔
۱۲. حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، مؤسسہ آل بیتؑ، قم، ایران طبع اول، ۱۴۰۹ق
۱۳. شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم: صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۱۳ء
۱۴. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، محقق: محمد غفاری علی اکبر، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایران، ۱۴۰۷ھ
۱۵. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار، محقق: جمعی از محققان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع دوم، ۱۴۰۳ق
۱۶. تمیمی آمدی، عبد الواحد بن محمد، غرر الحکم ودرر الکلم، محقق: سید مہدی رجائی، دار الکتاب الاِسلامی، قم، ایران، طبع دوم، ۱۴۱۰ق۔
۱۷. حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ ،مؤسسہ آل بیتؑ، قم، ایران، طبع اول، ۱۴۰۹ق
۱۸. http://urdulughat.info
۱۹. www.hawzah.net/fa/magazine/view/4892
۲۰. Magazine.mohaddis.com